سینیگال

دنیائے اسلام کا انتہائی مغربی حصہ۔ اگر انڈونیشیا سرزمین طلوعِ خورشید ہے تو سینیگال سرزمین غروبِ خورشید ہے۔ اگرچہ صدر لیوپولڈ سینگھر عیسائی ہیں۔ لیکن ملک کی تقریباً اسی فیصدی آبادی مسلمان ہے۔ سینیگال ۱۹۶۰ء میں آزاد ہوا۔ ڈاکر دارالحکومت ہے۔ ۱۹۵۹ء میں جمہوریہ سوڈان کے ساتھ وفاق قائم کیا۔ لیکن ایک سال کے بعد سیاسی تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا اور سینیگال وفاق سے الگ ہوا۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۶۰ء میں اقوامِ متحدہ کا رکن منتخب ہوا۔ معیشت کا انحصار زیادہ تر زراعت پر ہے۔ بندرگاہ ڈاکر میں سالانہ چار ہزار جہاز کاروبار کے سلسلے میں آتے جاتے ہیں۔ بڑی تیزی سے صنعت وحرفت کے میدان میں داخل ہو رہا ہے۔ افریقہ کے نوآزاد اسلامی ممالک میں سیاسی اعتبار سے کافی اہمیت رکھتا ہے۔

مالی

سینیگال کی طرح نیگرو ملک ہے۔ ۱۹۶۰ء میں آزاد ہوا۔ صدر موڈیبو کیتا مسلمان ہیں۔ گلہ بانی بھیڑوں کو پالنے اور زرعی ترقی کے وسیع امکانات ہیں۔ تقریباً ٦٥ فیصدی آبادی مسلمان ہے۔ باماکو اس ملک کا دارالحکومت ہے۔ ۱۹۶۲ء کی مردم شماری کے مطابق آبادی چوالیس لاکھ کے قریب ہے۔ ۱۹۵۸ء کے فرانسیسی دستور کے مطابق فرانسیسی سوڈان ایک آزاد اور خودمختار جمہوریہ بن گیا۔ اور ۱۹۵۹ء میں اپنے پڑوسی سینیگال کے ساتھ ملک کا وفاق قائم کیا جو مالی وفاق کے نام سے مشہور ہے۔ ایک سال بعد کچھ اختلاف پیدا ہوا۔ اور سینیگال الگ ہو گیا۔ اور سینیگال نے جمہوریہ مالی کا نام اختیار کیا۔

گنی

زمین زرخیز ہے۔ مناظر حسین ہیں۔ معدنیات کی کثرت ہے۔ خصوصاً لوہے اور بکسائیٹ کے ذخیرے وسیع ہیں۔ فرانسیسی نوآبادیوں میں سب سے پہلے ۱۹۵۸ء میں آزاد ہوا۔ صدر شیخ توری، افریقہ کے انتہائی ذہین مدبروں میں شمار ہوتے ہیں۔ کوناکری دارالحکومت ہے۔ مسلمانوں کا تناسب قریباً ٥٠ فیصدی ہے۔ کل آبادی ۱۹۶۰ء کی مردم شماری کے مطابق تیس لاکھ ہے۔ گنی نے چیکوسلاواکیہ، مشرقی جرمنی، پولینڈ، روس، چین اور دوسرے اشتراکی ممالک سے مالی و فوجی امداد حاصل کی۔ افریقہ میں امریکہ کے استعماری ہتھکنڈوں کی کڑی تنقید کی۔

نائیجر

بڑا حصہ صحرائے اعظم کا جزو ہے۔ پھر بھی دریائے نائیجر کی وادی اور بعض دوسرے علاقے زرخیز ہیں۔ اگست ۱۹۶۰ء میں آزادی ملی۔ مسلمان ۸۵ فیصد ہیں۔ صدر ہامانی دیوری، دارالحکومت نیامی ہے۔ زرعی ملک ہے۔ جابجا چراگاہیں ہیں۔ وسائل محدود ہیں۔ مویشی پائے جاتے ہیں۔ رقبہ ۴۹۰۰۰۰ مربع میل اور آبادی تیس لاکھ ہے۔ ۱۹۶۰ء میں اقوام متحدہ کا رکن منتخب ہوا۔ کپاس یہاں کی بڑی زرعی پیداوار ہے۔ ●●

خدا کی دی ہوئی طاقتوں کا صحیح مصرف

از ارشادات امیر التبلیغ الداعیۃ الکبیر الشیخ محمد یوسف الدہلوی علیہ الرحمۃ

ذیل میں حضرت مولانا قدس سرہ کا وہ خطاب پیش کیا جارہا ہے۔ جو آپ نے وصال سے ۱۷ روز قبل مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۶۵ء بعد از نماز صبح جامع مسجد ٹل ضلع کوہاٹ کے تبلیغی اجتماع میں ارشاد فرمایا۔ یہ تقریر پشاور یونیورسٹی کے ایم ایس سی کے ایک ہونہار طالب العلم نے قلمبند کی اور ہمیں مولانا محمد اشرف صاحب مدظلہ کی وساطت سے موصول ہوئی۔ (ادارہ)

میرے بھائیو اور دوستو! اللہ رب العزت جب دولت کسی کو عطا فرماتے ہیں، تو وہ دولت گھٹتی بھی ہے، اور بڑھتی بھی ہے۔ اگر اس دولت کو انسان اپنی خواہش کے لئے خرچ کرتا ہے۔ تو وہ دولت گھٹتی ہے۔ اور جب وہ اسکو اللہ کے حکموں کے مطابق استعمال کرتا ہے تو وہ دولت بڑھتی جاتی ہے۔ اور جب وہ اس دنیا سے چلتا ہے، تو کم سے کم اس دنیا سے دس گنی بڑی جنت اور ستر حوریں ملیں گی۔ اور یہ اندازہ رقبہ کے لحاظ سے ہے۔ اور جنت کی قیمت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جنت کی ایک ہاتھ زمین کی قیمت پوری دنیا نہیں بن سکتی۔ ایک پھل کی قیمت دنیا نہیں بن سکتی، ایک حور اگر ان ستر حوروں میں سے اپنے ہاتھ کو نکالے تو سورج ماند پڑ جائے۔ اور پھر ان ستر حوروں میں سے جو سب سے گھٹیا حور ہو گی اور اس کی زیبائش کے لئے ستر جوڑے ہوں گے۔ تو پوری دنیا میں اس ایک جوڑے کی قیمت نہیں بن سکتی، تو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ اپنے سب سے گھٹیا جنتی کو دیں گے۔ اور اعلیٰ جنتی کو فی آدمی پچیس ۲۵ لاکھ حوریں عطا فرمائیں گے۔

جنت میں ایک درجہ ہے، اس کے پانچ سو دروازے ہیں۔ اور ہر ایک دروازے میں پانچ ہزار حوریں ہوں گی۔ اور یہ کس کے لئے ہوگا، کہ جس نے اپنی دولت کو خدا کی مرضی کے مطابق خرچ کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر خرچ ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ اول تو اس انسان کو اتنا خوبصورت بنائیں گے اور اس کے ذرے ذرے کو اتنا قیمتی بنائیں گے کہ حدیث میں آتا ہے۔ کہ اگر

اس دنیا میں اُس جنتی کی جو کہ ستر حوروں والا ہے۔ اور جو کہ سب سے گھٹیا درجے والا ہے، کی خوشبو آجائے تو یہ دنیا والے اس کی خوشبو کو برداشت نہ کر کے مرجائیں گے۔ اور جو بڑے درجے کے ہیں، وہ تو ایسے ہوں گے کہ ان کی خوشبو کی ہوائیں چلیں گی پوری جنت میں ان کی حرکت سے۔ اور حرکت کیسی ہاتھ سینے پر رکھا تھا، سیدھا کیا، بیٹھا تھا، کھڑا ہو گیا، کھڑا تھا، بیٹھ گیا، بیٹھا تھا لیٹ گیا۔ تو جنتی کہیں گے کہ یہ خوشبو کیسی ہے۔ تو کہا جائے گا کہ یہ اعلیٰ درجے والے جنتیوں میں سے کسی نے حرکت کی۔ اور جیسے کہ دنیا میں دو قسم کی مخلوق ہیں۔ ایک ادنیٰ اور دوسری اعلیٰ، اعلیٰ انسان اور دوسری باقی مخلوقات، دوسری مخلوقات کو اللہ نے کُنْ سے بنایا اور انسان کو ایک خاص طریقے سے بنایا۔ اسی طرح اور جنتوں کو خدا نے اپنے حکموں سے بنایا، جب اسکو کہا کہ بن جا تو بن گئی۔ اور ایک جنت کو خاص طریقے سے بنایا، جس میں ہر ایک جنتی کیلئے پچیس لاکھ حوریں ہوں گی۔

حضرت عمرؓ کی تمنائے شہادت

تو حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ جنت یا تو نبی کو ملے گی اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف اشارہ کیا، کہ نبوت تو آپ پر ختم ہو گئی۔ اور پھر کہا " او صدیق " یا صدیق کو ملے گا، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی طرف اشارہ کیا ــــ اور پھر فرمایا " او شہید " یا شہید کو ملے گا۔ اور پھر اپنے کو مخاطب کر کے فرمایا۔ " أَنّٰى لَكَ شَهَادَةٌ " کیسے تمہیں شہادت حاصل ہو؟ کہ عراق اور شام کے میدانوں میں تو شہادت نہیں ملی، اور اب شہادت مل جائے، لیکن پھر جو سوچ لیا، کہ اللہ کی رحمت سے یہ ناممکن نہیں، تو اس کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے مدینے کی وفات دے دے، اور پھر شہادت دے دے، لوگوں کو حیرت ہوتی تھی کہ یہ کیسے ممکن ہے، لیکن آپ برابر اللہ سے دعا مانگا کرتے تھے۔ اور ایک دفعہ جو آپ باہر لیٹے ہوئے پتھر کو اپنا تکیہ بنائے ہوئے تھے۔ تو فرمایا کہ اب سلطنت بہت پھیلی اور میں امت کا کام سنبھال نہیں سکتا، تو مجھے سنبھال دے۔

تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہمیں یہ بات بالکل ناممکن نظر آئی، کہ آپکی موت مدینہ میں ہو اور پھر شہادت بھی ملے، اور یہ اس زمانے کی بات ہے۔ کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باغیوں نے گھیر لیا۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے پاس گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آئے، کہ ہم اتنے زیادہ آدمی ہیں کہ اگر آپ فرمادیں تو ان کو فوراً نمٹا دیں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کی جان لے لوں، یہ مجھے زیادہ مشکل ہے بہ نسبت اس کے کہ اپنی جان دے دوں[1] ــــ ایک صحابی تھے، انہوں نے دوسرے مسلمان کو مارا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] اس طرح کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا، کہ حضرت عمرؓ جیسا اولوالعزم خلیفہ راشد اور ممتاز صحابی کسی کے ہاتھ سے شہید ہو جائیں۔ (ادارہ)

کے پاس آئے، کہ اس کو اللہ تعالیٰ معاف کر دے، تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت نہ کرے۔ اس کے بعد وہ واپس گئے اور آنسوؤں کی لڑی جاری تھی۔ کہ وہ مر گئے۔ اور پھر جو لوگ ان کو دفناتے تھے تو زمین باہر ڈالتی تھی، ایک بار دفنایا زمین نے باہر نکال ڈالا: دوسری بار دفنایا پھر نکال ڈالا۔ تیسری بار دفنایا، زمین نے پھر باہر نکال ڈالا۔ صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ ایسا نہیں کہ یہ تم میں سب سے زیادہ گنہگار ہے۔ بلکہ اس لئے کہ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔

ایک یہودی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قتل ہوا، تو آپ نے تمام مدینہ والوں کو بلایا، اور کہا کہ بتاؤ قاتل کون ہے؟ میرے زمانے میں قتل ہو جائے اور اس کا قاتل معلوم نہ ہو؟ تو ایک صحابی اٹھا اور فرمایا کہ بات یہ ہے کہ میرا بھائی جہاد کے لئے گیا اور مجھے گھر کا مالک بنایا۔ ایک رات میں اٹھا تو مرد کی آواز آئی، میں سمجھا کہ میرا بھائی آیا، اس لئے آگے بڑھا، لیکن جب قریب آگیا، تو کچھ اشعار سنے جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایک گرد آلود بالوں والا دھوکے میں آکر اپنے گھر سے باہر گیا ہے۔ اور میں اس کی عورت کی چھاتی پر مزے لے رہا ہوں۔" تو مجھے صبر نہ آیا) اور اس کو مار ڈالا۔

غرض حضرت عمرؓ نے اس وقت یہ دعا مانگی" او شہید" لیکن آپ نے اپنی شہادت خدا سے منوالی، اور آپ شہید ہو گئے، ایک غیر مسلم غلام کے ہاتھوں۔

مادی دولت اور انسان کی اندرونی طاقت کا موازنہ

تو یہ پچیس لاکھ حوروں والی جنت اس آدمی کو ملے گی جو اپنی دولت کو خدا کے حکموں کے مطابق صرف کر دے۔ اور مال، اقتدار، ملک، عہدے، سونا، چاندی اتنی بڑی دولتیں نہیں ہیں، جتنی کہ انسان کی جفاکشی اور انسان کے اندر کی طاقت ہے۔ انسان کی طاقت ایٹم بم سے بڑی دولت ہے، اس دولت کو اگر انسان نے اپنی طبیعت کے مطابق لگالیا۔ جس کو چاہا بچالیا، جس کو چاہا کھالیا، اور جس کو چاہا مار لیا، تو جب اس کی طاقت اور دولت کا خرچ اپنی طبیعت ہی پر ہوتا ہے۔ تو جس علاقے سے یعنی اندر سے یہ دولت آتی ہے۔ وہ وہاں ہی استعمال ہوتی ہے۔ ایسی دولت اس علاقے کی زمینوں میں دفن ہو جاتی ہے جہاں سے ابھرتی تھی اور دوسری جگہ ساتھ نہیں دیتی۔ اور اسی طرح جو لوگ اس دولت کو اپنی طبیعت پر خرچ کرتے ہیں، وہ خدا کے سامنے جواب دہ ہوں گے، کہ تم نے ان کو کیونکر خرچ کیا، مال کی دولت، خارجی دولت یہ گھٹیا ہیں۔

اور اندر کی دولت یہ بڑھیا درجہ کی دولت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو یہ علاقہ خارجی دولتوں (مادی قوت وطاقت) کے لحاظ سے بالکل خالی تھا، بھوک کا یہ عالم تھا کہ درختوں کے خشک پتے تک کھائے جاتے تھے، سانپ تک کھایا جاتا تھا، اور یہ سوراخوں کے اندر جو گندے کیڑے ہوتے ہیں۔ کہ ہاتھ تک نہ لگایا جا سکے، وہ کھاتے تھے، لیکن اندر کی طاقت بہت تھی، اور اتنی تھی کہ دو فریقوں کے درمیان لڑائی ہوگئی، قبیلے والے تمام قتل ہوئے، اور صرف دو بچے تو انہوں نے یوں کہا کہ اگر ایک دوسرے کو قتل کر دے، تو ایک بہادر اور دوسرا بزدل قرار پائے گا۔ تو اچھا یہ ہوگا کہ دونوں مصالحت سے اپنے آپ کو قتل کر دیں۔ تاکہ دونوں کی بہادری کی دھاک بیٹھ جائے۔

کھانے کے لئے کچھ نہ تھا، لیکن اندرونی طاقت کا یہ حال تھا، کہ شیر سے مقابلہ ہوا، منہ میں ہاتھ ڈال دیا، اور تلوار پاس تھی، لیکن اس کو استعمال نہیں کیا۔ اور آخر یہ کہ وہ غالب ہوا۔ اژدھا سے مقابلہ ہوا تو اژدھا نے نگل دیا، اب اژدھا کی یہ کوشش کہ درخت سے لپیٹ کر اس کے بند توڑ دے۔ لیکن اس نے تلوار نکالی اور اس کے پیٹ کو چیر کر باہر نکل آیا۔ تو یہ طاقت تھی۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو آئے تو آپ نے یوں کہا کہ یہ دولت اپنے نفس پر خرچ نہ ہو۔ بلکہ جس خدا نے یہ دولت دی ہے، اس خدا کے حکموں پر خرچ ہو۔ اس کا استعمال سکھلایا۔ یعنی اس دولت کے خرچ کرنے کا رخ خدا اور آخرت کی طرف موڑ دیا۔

پہلے تو دولت کا یہ خرچ تھا کہ ایک نے دوسرے کو تھپڑ مار دیا۔ اب بات یہ ہوگئی کہ ایک قبیلے والے اپنے تمام آدمیوں کو خرچ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن سردار کو تھپڑ لگانا منظور نہیں، اور دوسرے والے تمام آدمیوں کے کٹ مارنے کو تیار لیکن اپنے آدمی کی بے عزتی منظور نہیں، تو کیا ہوا وہ طیش میں آکر کسی طریقے سے گھس کر اس کے دو تھپڑ لگائے۔ اور اس طرح گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی۔

ھرمزان سے لڑائی ہوئی، گرفتار کئے گئے اور اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دربار میں مدینہ بھیجا گیا۔ اس لئے کہ قتل کیا جائے۔ اب جب آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں لیٹے ہوئے پتھر پر سر رکھے ہوئے ہیں۔ معاملہ پیش ہوا۔ آپ نے قتل کا حکم دیا، اور یہ پوچھا کہ کوئی آرزو ہے؟ اب یہ تھا پیاسا، اس نے مانگا پانی، اور کہا کہ جب تک پانی نہ پیوں مجھے قتل نہ کیا جائے۔ آپ نے یہ خواہش منظور فرمائی۔ لیکن جب پانی کا پیالہ حاضر کیا گیا تو ھرمزان نے اس کو الٹ دیا، اور پانی نہیں

پیا، اور کہاکہ جب تم نے مجھے پانی پینے تک مہلت دی ہے. تو میں پانی نہیں پیوں گا. حضرت عمرؓ قتل کرنا چاہتے ہیں، لیکن قاضی فتویٰ دیتے ہیں، کہ تو نے امن دی ہے. اور اس دشمن کو آزاد کیا جاتا ہے. جس نے بے شمار مسلمانوں کی جانیں لی ہیں، تو وہ طاقت جو کہ تھپڑ تک کی برداشت نہیں رکھتی تھی، اب حال یہ ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، امیر المؤمنین چاہتے ہیں لیکن قتل نہیں کر سکتے اپنے اصولوں کے مطابق۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ' کے زمانے میں مسجد تنگ ہوئی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ' کی زمین پاس تھی، آپ سے مانگا، آپ نے نہیں دی. تو کہاکہ خوشی سے نہیں دیتے تو زور سے لوں گا. حضرت عباس رضی اللہ عنہ' نے کہا، کہ حضرت داؤد علیہ السلام مسجد اقصیٰ بنا رہے تھے. بڑھیا کا مکان حائل ہوا. حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑھیا سے مکان مانگا لیکن وہ راضی نہیں ہوئی، بہت زیادہ قیمت دینی چاہی، لیکن وہ پھر بھی نہیں مانی، حضرت داؤد علیہ السلام نے زور سے لینے کا ارادہ کرلیا. کہ اتنے میں آواز آئی کہ تو ہمارے گھر کو نہیں بنا سکتا. کیونکہ تو نے ایک بڑھیا کے بارے میں انصاف نہیں کیا. حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ سے گڑگڑا کر معافی مانگی، تو جواب آیا کہ تو نہیں بنا سکتا. البتہ تیرے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کے بنانے کی توفیق دی جائیگی. اب حضرت سلیمان علیہ السلام کا وقت آیا اور انہوں نے بڑھیا سے قیمتاً زمین مانگی، تو بڑھیا نے قیمت کہہ دی بہت زیادہ، لیکن آپ نے کہاکہ اچھا، اب بڑھیا پوچھنے لگی کہ قیمت زیادہ یا میری زمین زیادہ قیمتی، آپ نے فرمایاکہ تیری زمین زیادہ قیمتی ہے. تو بڑھیا نے کہاکہ میں تو نہیں دیتی، آپ نے قیمت دوگنی کردی. بڑھیا راضی ہوئی، لیکن پھر جو پوچھاکہ رقم زیادہ ہے یا میری زمین زیادہ قیمتی ہے. تو آپ نے جواب دیاکہ تیری زمین زیادہ قیمتی ہے. تو انکار کرنے لگی، آخر کار حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ شرط لگائی کہ تو جتنی زیادہ قیمت مانگتی ہے مانگ لے. لیکن یہ نہ کہناکہ رقم زیادہ یا میری زمین زیادہ قیمتی، تو بڑھیا نے بہت زیادہ رقم مانگ لی. اور اسی طرح وہ زمین فروخت ہوگئی. حضرت عمرؓ نے کہاکہ جب تو نہیں دیتا تو مسجد کو یوں ہی رہنے دیا جائے، تو فرمایاکہ اے عمرؓ! اسلام نے سب کی زندگی کو محفوظ کیا ہے. تم اپنے مال سے اسے نہیں خرید سکتے اور میں اسکو اب خدا کے گھر کیلئے اپنی خوشی سے دیتا ہوں۔

عوف ابن مالکؓ نے ایک یہودی کو مارا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ' نے معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ' کو تحقیق کے لئے مقرر کیا، عوف ابن مالکؓ نے معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ' سے کہاکہ آپ میرے لئے

صرف اتنی مہلت مانگ لیں کہ میں واقعہ کی حقیقت بتا سکوں، آپ نے وعدہ کیا۔ حضرت عمرؓ معاذ ابن جبلؓ سے تحقیق کا جو وقت ٹھہرا چکے تھے، وہ وقت آیا چنانچہ جونہی آپ نے سلام پھیرا تو پہلا سوال یہ کیا، کہ کیا تحقیق کی، معاذ ابن جبلؓ کھڑے ہوئے، اور کہا کہ جب تک عوف ابن مالکؓ اپنی بات پوری نہ کریں، اسی وقت تک اُسے کچھ نہ کہنا۔ چنانچہ عوف ابن مالکؓ اٹھے اور کہا، کہ میں جا رہا تھا کہ ایک مسلمان عورت پردہ میں چھپی ہوئی گھوڑے پر سوار تھی اور یہ یہودی اس سواری کو چھیڑتا تھا، اور وہ شریف عورت اسکو کچھ نہیں کہتی تھی، میں دیکھتا تھا کہ اس نے سواری کو بدکایا جس سے وہ عورت زمین پر آرہی۔ تب اس یہودی نے کھلے بازار میں اس عورت کی پردہ دری کی مجھ سے رہا نہ گیا اور جا کر اس کا کام تمام کر دیا۔

حضورؐ نے اندرونی طاقت کے استعمال کے طریقے بتلادئے

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طاقت کے استعمال کے طریقے بتائے، طبیعت سے چھڑا دیا، ان کے باہر کی جو دولت تھی اس کے بھی استعمال کے طریقے بتائے۔ اس طاقت کو اللہ کے طریقوں کے پھیلانے میں لگاؤ کہ تمہیں دیکھ کر لوگ تمہارے پیچھے چلنے والے بن جائیں۔ اس کے لئے خارجی دولت کی کوئی ضرورت نہیں، یہی تمہاری چکنی روٹی کافی ہے۔ صبر کی دولت کو باقی رکھ دو، جفاکشی کی دولت کو باقی رکھ دو، یہ ساری چیزیں اپنی اپنی جگہ پر لگالو، یہاں تک کہ خدا اگر قیصر وکسریٰ کے خزانے بھی دیدے تو اپنے مکان کو بڑھیا نہ بناؤ۔ بلکہ اوروں پر خرچ کرنا سیکھو، فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَہْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ ؕ وَذٰلِکَ ہُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ کہ خدا نے مومنوں کی جان ومال دونوں خریدی ہیں۔ اور جو خرید لیں تو یہ ان کا نہیں رہا، بلکہ ان کے حکموں کے مطابق خرچ ہوں گے۔ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاہُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

اَلتَّآئِبُوْنَ، طبیعت پر نہ چلے، نفس پر دولت کا استعمال نہ ہو، بلکہ ہر حال میں اللہ کے حکموں کی طرف رجوع کرنے والا ہو، اور جو دولت خدا نے دی ہے، العابدون! وہ عبادت کے جو طریقے ہیں، اس پر استعمال ہوگا، اب دولت کا استعمال جو آیا، تو حرام سے بچاؤ ہوگا۔ آپ نے

پیسے کے خرچ پر حرام کھالیا، تو عبادت منہ پر ماردی جائیے، اب دھوکا چھٹے گا، چوری چھٹے گی، کسی کا مکان دبایا تو واپس کیا جائے گا، زمین دبائی تو واپس دی جائیے گی۔ لینے کا ہاتھ بند کر دیا۔ کہ خدا کی مخلوق سے لینے والا نہ بن جائیے، بلکہ ہر ایک کا یہی کام ہے۔ کہ اللہ سے لے اور مخلوق کو دے، عبادت کے ذریعے اللہ سے لے اور مخلوق کو دے، مخلوق کو دینا اخلاق اور اللہ سے لینا عبادت، ہم مخلوق پر لگا دیں گے تو اللہ اپنے خزانوں سے دیں گے، دینے والا بن مخلوق کو اور لینے والا بن اللہ سے، جب زندگی کا یہ ترتیب بدلو گے، اور ہر حال میں ہم اللہ کے شکر کرنے والے اور اس کے حکموں پر چلنے والے بن جائیں، دس، بیس، پچاس جب ایسے بن جائیں، تو وہ اپنے لئے نہ رہیں، بلکہ خدا کے لئے ہوئے۔ السائحون۔ ان نقشوں کو پوری دنیا میں قائم کرنے والے بن جائیں، جہاد مارنے مرنے کو نہیں کہتے، بلکہ اللہ کے احکام کو جاری کرنے کی سعی اور کوشش کا نام جہاد ہے۔ الراکعون الساجدون۔ تھوڑا جھکو، پورا جھکو، پانچ روپے مانگیں گے، سو روپے مانگیں گے۔ دو چلے مانگے جائیں گے۔ تین چلے مانگے جائیں گے۔ اپنے ماحول کو بنانا ہے۔ یہ صفت پیدا ہو جائیے، یہ نہیں کہ پیسے تھوڑے ہیں، یہ نہیں کہ کمائی کا وقت ہے۔ بلکہ جس حال میں ہو چل نکلو۔ اب ہر ایک دولت والا اپنی دولت کو خدا کی بغاوت پر خرچ کر رہا ہے، خدا کی اطاعت پر نہیں کرتے، تو اس اللہ کے بندے کا کام کیا ہوگا۔؟ الآمرون بالمعروف والناہون عن المنکر۔ معروف کا حکم کرنا اور منکر سے منع کرنا، معروف کیا ہیں! پورا موافقت دین اور منکر کیا ہے پورا خلاف دین۔ حکمت کے ساتھ دین کیلئے محنت کرنے والے بن جائیں، یہ ایک محنت بن گئی، تو اس محنت کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہے، والحافظون لحدود اللہ، کہ حدود اللہ کی حفاظت کرنے والے بن جاؤ۔ لیکن جہاں کوئی آپ کو یہ کام کرنے نہ دیں گے تو وہاں یقاتلون فی سبیل اللہ اس کے لئے اب اپنے جان و مال کو لگالو، جو مجموعہ اس پوری ترتیب پر آئے گا، تو خدا کے محبوب بن جائیں گے۔ لگا دی اپنی پوری طاقت، دعوت کا میدان قائم کیا، دل کی گہرائیوں میں کوئی غرض نہیں، لیکن صرف اس لئے کوشش کرتا ہے۔ لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا کہ اللہ کا بول بالا ہو جائیے۔ اپنے جان و مال کا خرچ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پہ آئے گا تو کامیابی ہو جائیگی۔

اب مالداری کے باوجود دین فقیر ہے، پیسے کی دولت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر خرچ نہیں ہو رہی ہے۔ بلکہ یہود و نصاریٰ کے طریقوں پر خرچ ہو رہی ہے۔ تمہاری یہ کوٹھی درحقیقت قبرستان ہے۔ اس میں تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے دفن کئے ہیں۔ اسلام ماتحت ہے۔

کس کے ماتحت ہے، مسلمان کے ماتحت ہے۔ یہ خدا کے حکموں کو اپنے ھوٰی و ہوس کے لیئے توڑتا ہے، اور خدا کے حکموں کے لیئے اپنے ھوٰی و ہوس کو نہیں توڑتا۔

یہ طریقہ ہے۔ اور یہ ساری نعمتیں اسکو ملتی ہیں، جو کہ اپنے اندرونی اور بیرونی دولت کو اس طریقہ پر خرچ کرنے والا بن جائے، کامیابی اور ناکامی کے حالات کو، خوف دامن کو، فقر اور غنا کو خدا نے کائنات سے بنی ہوئی چیزوں کے ساتھ نہیں جوڑا، بلکہ انسان کے اعمال سے جوڑا۔ ان اللہ لایغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم، خدا اس قوم کی حالت کو نہیں بدلتا، جب تک کہ وہ اپنے عملوں کو نہ بدلے ——

دل کی دنیا کب پلٹتی ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اعمال کو اعضا سے جوڑ رکھا ہے۔ اور اعضاء کو دل کے ماتحت رکھا، اور دل کو اپنے ہاتھ میں رکھا، (ان قلوب بنی ادم بین اصبعین من اصابع الرحمٰن اوکما قال) تمام مسلمانوں کے دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ اولیاء اللہ کے دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں، روس اور امریکہ والوں کے دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں، چینیوں کے دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں، اولیاء اللہ کے دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ اور یہاں تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے سردار کا دل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا اللہ میں ایک بندہ ہوں، تمام بیویوں میں برابری نہیں کر سکتا، میرا دل تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اور یہ دل کب پلٹے گا، اللہ سے دعا مانگ سے، دنیا دارالاسباب ہے، بچہ مانگتا ہے تو اس کے اسباب اختیار کرنے ہوتے ہیں۔ غلہ مانگنا ہے تو کاشتکاری کرنی پڑتی ہے —— اسی طرح کلمہ نماز پر محنت کر کے اس سبب کو اختیار کرے، نماز ہے کیا انسان کا استعمال خدا کے حکم کے مطابق اللہ کو قدرت ہے کہ بغیر بیوی کے بیٹا دے، بغیر کھیتی کے غلہ دے، اللہ کو قدرت ہے کہ نبی کے قتل کے ارادے سے آئے ہوئے کا دل پلٹ دے اور خلیفہ بنا دے، شہدائے احد کے قاتل کو جرنیل بنا دے، یعنی خالد بن ولیدؓ کو —— تو اللہ تعالیٰ کے قدرت کے استعمال کا نام نماز ہے۔ اور انسان کو اللہ کی قدرت کا استعمال تب آجائے، جبکہ اس کی نماز ان پانچ باتوں کے ساتھ ہو۔

نماز کی پانچ باتیں

۱۔ خدا کی قدرت کا یقین ہو جائے۔ یہ یقین ہو جائے کہ اللہ چاہتے ہیں، تو عزت کی شکلوں سے عزت ملتی ہے۔ اور اللہ چاہے تو بغیر شکلوں کے ذلت آتی ہے، یہ ہو گیا لا الٰہ الا اللہ کا یقین، یہ کلمہ کا یقین، یہ ہے کاشتکاری کے خلاف یقین، دوکانداری کے خلاف یقین، —— فرمایا

الوضوء سلاح المومن۔ وضو، مومن کا ہتھیار ہے۔ یہ یقین آجائے کہ وضو کیا، تو ہتھیار ہاتھ میں لے لیا، اور ہر کام ٹھیک ہو گیا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر اللہ کے قدرت کا استعمال ہو گا، ہماری نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہو گی تو ہم کامیاب ہوں گے، ہمارے زوال کا سبب کیا ہے؟ ہمارے نماز کے صفوں کا سیدھا نہ ہونا، حالانکہ اس کا خیال ہر زمانے میں رکھا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں، حضرت عمر فاروق رضؓ کے زمانے میں اور حضرت علیؓ کے زمانے میں دس دس پندرہ پندرہ منٹ صفوں کے سیدھا کرنے میں لگتے تھے۔ اتنی دیر لگتی تھی کہ آدمی کھڑے ہو کر اپنی باتوں کے بجائے دینی مسئلے پوچھتے تھے۔ اور پھر اس وقت میں جواب بھی مل جاتا تھا، یہ ہیں قدرت سے حفاظت لینے کے طریقے۔ اب نماز میں، قیام میں، رکوع میں، سجدے میں، قعدہ میں یہی مشق ہے کہ اللہ تربیت کرنے والے ہیں، اور کس طریقے پر تربیت کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر، اگر ہمارا قیام، ہمارا سجدہ اور ہمارا قعدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہو گا تو ہماری تربیت فرمائیں گے ــــ ۲۔ اللہ کا دھیان ہو، اور اللہ کا دھیان ہو، تو تطابق قول و عمل کا ہو، جو کچھ نماز میں کہے اس جیسا عمل ہو، اور جو یہ دھیان نہ ہو، تو ایسی نماز اللہ سے دلوانے والی نہیں ــــ ۳ ــــ اخلاص ہو، صرف اللہ کے لئے نماز کا پڑھنے والا ہو، ریا اور دکھاوے کے لئے نہ ہو۔ ۴۔ فضائل والے شوق کے ساتھ نماز پڑھی جائے۔ کہ اس پر یہ ملے گا اور اس پر یہ ملے گا، تکبیر اولیٰ پر یہ ملے گا۔ قرأت پر یہ ملے گا، نماز جماعت پر یہ ملے گا، قعدہ پر یہ ملے گا، سجدہ پر یہ ملے گا، رکوع پر یہ ملے گا۔ قیام پر یہ ملے گا، اور اس کے ساتھ ــ ۵ ــ مسائل والی پابندی ہو کہ کن باتوں سے وضو میں پرہیز کی جائے۔ اور کن کن باتوں کو اختیار کیا جائے، نماز میں اعضاء کو کیسے رکھے، تصور اور دھیان کو کیسے رکھے، قیام میں نظر کہاں رہے۔ رکوع میں کہاں رہے، سجدہ میں کہاں رہے، اور قعدہ میں کہاں رہے، تو یہ نماز قدرت کی حفاظت کی نماز ہو گی، اب نماز والے طریقوں کو عام کرنا ہو گا، اور اس کے لئے محنت اختیار کرنی ہو گی۔

اللہ کی راہ میں محنت کے چار طریقے

اب محنت کے چار طریقے ہیں۔ ۱۔ اپنے اہل و عیال پر محنت، وکان یأمر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ وکان عند ربہ مرضیا۔ ۲۔ اپنی قوم پر محنت، قال یقوم اعبدوا اللہ ما لکم من الٰہ غیرہ۔ ۳۔ اور کبھی ایک سے زیادہ قوموں پر محنت کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل اور قبطی دونوں قوموں پر محنت کی، ان ھٰؤلاء لشرذمۃ قلیلون۔ وانھم لنا لغائظون ۞ وانا لجمیع حاذرون ۞ ۴۔ اور ایک اور محنت ہے۔ وہ پورے عالم میں محنت ہے

یہ چاروں محنتیں ہیں، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملیں، وأمر اهلك بالصلوٰة واصطبر عليها لانسئلك رزقا نحن نرزقك والعاقبة للتقوىٰ، وانذر عشيرتك الاقربين - وانذرهم يوم الحسرة اذ قضي الامر اور انا ارسلنك كافة للناس بشيرا ونذيرا - گھر پر رہو تو یہی محنت یا باہر کو جماعت بن بنا کر لوگوں کو اس محنت کے لئے پھراؤ۔ اگر ایک جگہ بھی ایسی بن جائے، ایک قبیلہ بھی ایسا بن جائے، تو اللہ تعالیٰ پوری دنیا میں دین کی ہواؤں کو چلائیں گے۔ گھروں میں بھی محنت مقام پر بھی محنت ہے۔ علاقے میں بھی محنت ہے اور ملکوں میں بھی محنت ہے۔ تو جب یہ چار باتیں ان پانچ باتوں سے ملیں، تو پھر اللہ تعالیٰ پوری دنیا میں دین کو پھیلائیں گے۔

جب اس محنت کا تقاضا چل جائے۔ تو سارے تقاضوں کو اس کے لئے قربان کریں، انفروا خفافا وثقالا ۝ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا کر دکھایا، بال بچوں کے لئے گھر نہیں بنایا، سارے مسئلے قربان کر دکھائے، تو جب یہ سارے تقاضے قربان کر گئے تو اب رب نے فرمایا کہ اے ابراہیم! اب مانگ کیا مانگتا ہے؟، تو عرض کیا۔ ربنا واجعلنا مسلمين لك ومن ذريتنا امة مسلمة لك لہ اپنے نفسانی تقاضوں کا پورا کرنا کوئی کمال نہیں بلکہ اللہ کے حکموں پر اپنے تقاضوں کو قربان کرنا کمال ہے، ایسے بن جاؤ، محنت کرنے والے کہ جس وقت آواز لگے اور اس وقت کوئی بھی مسئلہ درپیش ہو تو آپ اس کو چھوڑ کر دین کی محنت کے لئے چلے جائیں، آخری مقابلہ ہے تبوک، تبوک کے صفت پر مسلمانوں کو رکھ کر آپ تشریف لے گئے۔ سخت قحط گزر چکا ہے، کھجور کے فصل کے پکنے کا موسم ہے، ہر ایک کا خیال ہے کہ فصل پکے تو کچھ آرام ہو۔ کہ حکم آیا انفروا خفافا وثقالا ۝ نکل جاؤ خواہ ہلکے ہو یا بوجھل۔ اب صحابہ کرامؓ ہمت کر کے نکلے اور اتنے نکلے کہ اتنے کبھی نہیں نکلے تھے، یعنی چالیس ہزار کی تعداد میں سخت گرمی کے موسم میں اپنے گھر کے عیش و آرام کو چھوڑتے ہوئے نکلے، کمائی کا مقابلہ اللہ کے تقاضے سے، کیا، تو کیا ہوا، چلے گئے اور سرحد پر پھر کر واپس آئے، لڑے نہیں۔ کیونکہ وہاں دشمن موجود ہی نہ تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ نے اپنا پورا مال پیش کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آدھا مال حاضر کیا، یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دس ہزار آدمیوں کا خرچہ اٹھا لیا، عورتوں نے بالیاں، ہاتھوں اور پیروں کے زیور بیچ ڈالے، اب آخری منزل یہ ہے کہ اپنے تقاضوں کو قربان کر لیں۔ یہاں تک حال ہوا کہ پیاس کی شدت سے اونٹوں کو ذبح کر کے ان کی اوجھڑیوں سے پانی نکالنے لگے اور ایک ایک کھجور پر گزارہ کرنے لگے، جب کہ اونٹوں کی تعداد بھی کم ہونے لگی، اور سواری کے لئے تکلیف

پیش آنے لگی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے مشورہ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ کھجور باقی ہیں، آپ برکت کے لئے دعا فرمائیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو کھجور بڑھ گئے اور پانی کا ایک پیالہ لایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ہاتھ رکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی بہنے لگا۔ تمام لشکر نے پانی پیا، جانوروں کو بھی پلایا گیا، اور مشک، برتن وغیرہ بھی بھر لیئے گئے۔

دلوں سے جان کی پرواہ نکال دو، گھر کی پرواہ نکال دو، اور اس کے بعد یوں کہو وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی اللہ یہ اخلاص ہے، اور جب یہ آجائے گا کہ دوسروں کی خیر خواہی کے لئے اپنے جان ومال کو جھونکیں گے۔ اور آخرت میں بدلہ چاہیں گے، اللہ پر یقین آجائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ دین کو چمکائیں گے۔

"دیوبند کے قیام کی برکت تھی کہ انگریزوں سے نفرت میں (جس کے جراثیم میرے اندر موروثی موجود تھے) شدت پیدا ہوئی بعد میں اس میں اتنا اضافہ ہوا کہ ایک انگریز نہیں سارا یورپ ہی اس وقت کفر و مادیت کا علمبردار ہے۔ اور اس کے زوال کے بغیر دین واخلاق کا عروج اور اسلام کی دعوت کا پھلنا پھولنا مشکل ہے۔ یہ صرف کسی ایک حکومت اور کسی ایک ملک کی غلامی کا سوال نہیں۔ سوال ایک پوری تہذیب ایک مستقل نظام فکر اور ایک عالمگیر دعوت کا ہے۔ جو پیغمبروں کی لائی ہوئی تعلیمات اور ان کے نتائج واثرات کے بالکل ضد واقع ہوئی ہے۔ وہ کیا وقت اور ماحول تھا جس میں حضرت موسیٰ نے بڑے اضطرار سے یہ دعا کی تھی ربنا انک آتیت فرعون وملأہ زینۃً واموالاً فی الحیوۃ الدنیا ربنا لیضلوا عن سبیلک ربنا اطمس علی اموالھم (الآیۃ) یہ بات یورپ کے عالمگیر اقتدار اور اس کی سحر انگیز ترقی ہی کو دیکھ کر سمجھ میں آئی۔ انگریز مشرق میں اپنی لادین و مادہ پرست یورپ کا ایک کامیاب ایجنٹ تھا، اور ہم اہل مشرق کو سب سے پہلا اور سب سے بڑا واسطہ اسی سے پڑا اس لئے اس سے ہماری نفرت بالکل قدرتی امر ہے۔ لیکن الکفر ملۃً واحدۃ۔ ع۔ ایں خانہ تمام آفتاب است اس تہذیب اور اس دعوت کے علمبردار امریکہ اور روس اور خود ایشیا کے وہ لادینی ممالک اور ریاستیں ہیں، جنہوں نے یورپ کے نظام فکر اور نظام حیات کو پورے طور پر اپنا لیا ہے۔ نیز یورپ سے عالم اسلامی کو جو دینی، ایمانی، اخلاقی، نقصان پہنچا ہے۔ وہ ان مادی نقصانات سے بڑھ کر ہے جو غیر ملکی حکومت سے ان ممالک کو پہنچا ہے۔ بہرحال انگریز سے یہ مخصوص نفرت بھی قابل قدر چیز تھی اور اس میں شبہ نہیں کہ اس میں ماحول مولانا (حسین احمد مدنیؒ) کی صحبت اور مطالعہ کو خاص دخل تھا۔"

مولانا ابوالحسن علی ندوی

(مقدمہ مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم)